علم الکلام، فلسفہ اور غزالی

علم الکلام خود فلسفہ ہی کی ایک شاخ تو ہے بلکہ تاریخی لحاظ سے اگر اسے فلسفہ کی جڑ اور اصل قرار دیا جائے تو بے جا نہیں۔ کیونکہ پہلے پہل کچھ دینی ذہن وفکر کے حامل حضرات ہی نے عقائد وایمانیات کے لیے عقلی طرز استدلال اختیار کیا ہے یا خاص نوع کی دیومالاز Mythology کو حق بجانب ٹھہرانے کے لیے عقل ودانش کے پیمانے وضع کیے ہیں۔اس کے بعد کہیں جا کر حکما اور فلسفیوں کا گروہ پیدا ہوا ہے جس نے مذہب ودین سے قطع نظر کر کے نفس کائنات یا نفس وجود کے اسرار ورموز معلوم کرنے کی گراں قدر کوششیں کی ہیں۔اس پس منظر کی روشنی میں دیکھیے تو غزالی کا بیک وقت متکلم وفلسفی ہونا آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔زیادہ سے زیادہ غزالی کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے فلسفہ پر تکلم کا پہلو غالب ہے۔جس کا یہ معنی ہے کہ وہ متکلم فلسفی ہیں اور ابن سینا، فارابی یا ابن رشد کی طرح فلسفی متکلم نہیں۔ جو فلسفی تو زیادہ ہیں مگر علم الکلام میں جن کا حصہ افسوس ناک حد تک کم ہے۔مزاج اور اسلوب استدلال کے فلسفیانہ ہونے کے علاوہ غزالی کی یہ خصوصیت بھی مسلم ہے کہ انہوں نے خالص فلسفیانہ مسائل سے بھی بحث کی ہے اور فکر ونظر کے سامنے کچھ نئے پیمانے بھی لائے ہیں۔اس مرحلہ پر غالباً یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ یہ بحث تردید فلسفہ کے ضمن میں محض از راہ استطرادنوک قلم پر آگئی ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔غزالی کی زندگی کا مشن دراصل تنقیدی ہے اور وہ یہ ہے کہ یونانی فلسفہ کے تار پود بکھیر دیں۔اس کی استوار اور محکم عمارت کو بودا ثابت کریں اور اعتماد ویقین کی ان دیواروں کو گرادیں جو خواہ مخواہ اس سے وابستہ کر لی گئی ہیں اور بتائیں کہ علم وآگاہی کے کچھ اور ذرائع بھی ہیں جو قابل لحاظ ہیں اور جن سے یقین واعتماد کی دولت کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(سرگزشت غزالی، مولانا محمد حنیف ندوی)